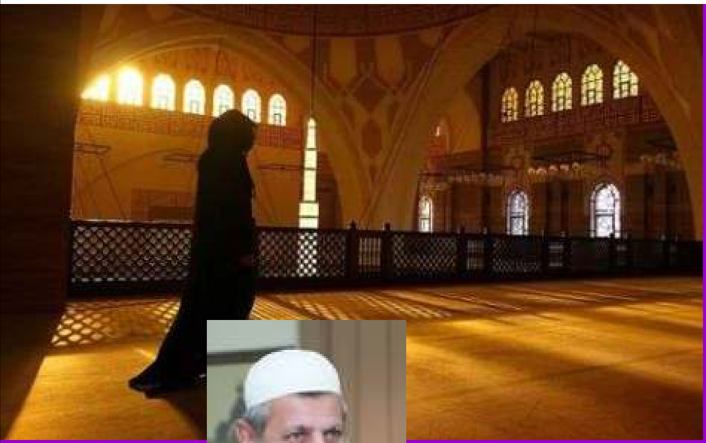

# عدت کی مدت

## جدید طبّی تحقیقات کی روشنی میں
## شرعی نقطۂ نگاہ اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات

ڈاکٹر انعام اللہ
چیف ریسرچ آفیسر/ڈی جی (ریسرچ)

**پس منظر:**

جناب مبشر میرؔ، جائنٹ ایڈیٹر، ڈیلی پاکستان کراچی نے مراسلہ مؤرخہ ۷ دسمبر ۲۰۰۶ء بنام چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل، میں یہ مؤقف اختیار کیا کہ عدت کی مدت ۹۰ دن کے لگ بھگ ہوتی ہے، جو طلاق یا شوہر کی وفات کی صورت میں بیوی کو گزارنی پڑتی ہے۔ جدید طبّی تحقیقات کی روشنی میں عدت کے قانون (مدت) کو از سرِ نو تشکیل دینا چاہیئے، اس لیے کہ آج کل بڑی آسانی سے عورت کے حاملہ ہونے کے بارے میں معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں، یورین ٹیسٹ اور الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے سے بھی اس کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل اس موضوع پر ایک تحقیقی مطالعہ اور مباحثہ کے لیے ایک ورکشاپ کا انعقاد کرے۔ اس لیے کہ یہ وقت ہے کہ ملک اور اُمّت کی بہتری کے لیے کام کیا جائے۔ ابھی وقت ہے کہ معاشرے میں خواتین کو سماجی طور پر ترقی دی جائے اور خواتین کو اختیارات سونپے جائیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک متحرک اور مذہبی جذبے کے ساتھ اس صدی کے اندر اس سائنسی طریقے کو اختیار کیا جائے۔ میڈیکل ٹیسٹ رپورٹ کے ذریعے سے ہم عدت کے مسئلے کو ختم کرسکتے ہیں اور یوں خواتین معاشرے کے اندر بغیر کسی رکاوٹ کے اپنا کردار ادا کر سکیں گی۔ کونسل کے محترم اراکین میری اس تجویز کو درخورِ اعتناء سمجھیں گے، اور اس حوالے سے ضروری اقدامات کریں گے۔

راقم الحروف نے کونسل کے شعبہ ریسرچ میں رائج طریقہ کار کے مطابق مراسلہ نگار کے آراء اور تجاویز کے تناظر میں شرعی حوالے سے عدت کے مسئلے پر ایک مضمون تیار کیا، جو زیرِ بحث مسئلے کے ساتھ کونسل کے ایجنڈا پر اجلاس نمبر ۱۶۴ میں پیش کیا گیا، مضمون میں مراسلہ نگار کی آراء اور مؤقف کا تجزیہ کیا۔ اور عدت کے متعلق امت کا اجماعی مؤقف بیان کرتے ہوئے ثابت کیا کہ عدت کی شرعی مدت میں خواتین کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے۔ اس حکم کو نظر انداز کرنے کی صورت میں خواتین کئی ایک حقوق سے محروم ہو جاتی ہیں۔

یہ مسئلہ کونسل کی لیگل کمیٹی کے سامنے پیش کیا گیا۔ غور و خوض اور بحث و تمحیص کے بعد دو آراء سامنے آئیں: کمیٹی کے دو ارکان جناب جاوید غامدی اور ڈاکٹر رشید احمد جالندھری نے رائے دی کہ ”طبی تحقیقات کی بنیاد پر عدت کی مدت مقرر کی جاسکتی ہے“۔ جبکہ جناب جسٹس (ر) ڈاکٹر منیر احمد مغل کی رائے یہ تھی، کہ ”طبی تحقیقات کی بنیاد پر عدت کی مدت مقرر نہیں کی جاسکتی“۔ لیگل کمیٹی کی متذکرہ بالا رائے کے ساتھ راقم کا حسبِ ذیل مضمون کونسل کے غور و خوض کے لیے پیش کیا گیا۔

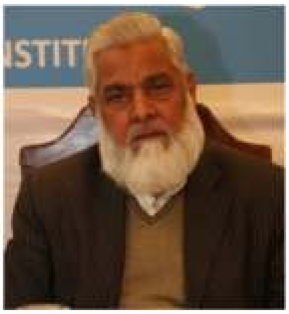

جسٹس (ر) ڈاکٹر منیر احمد مغل

جاوید احمد غامدی

## شرعی نقطۂ نگاہ اور مراسلہ نگار کی آراء کا جائزہ

**عدت کا مفہوم:**

جب میاں بیوی کے درمیان نکاح کا رشتہ منقطع ہو جاتا ہے طلاق، خلع یا لعان کی وجہ سے، فسخ یا تفریق کی بنیاد پر یا پھر شوہر کی موت کی وجہ سے، تو خاتون پر لازم ہوتا ہے کہ وہ عدت گزارے، جس کی مدت تین مہینے، تین ماہواری یا چار (قمری) مہینے دس دن ہوتی ہے۔ عدت کی ان تین مدتوں میں دو مدت تو متعین ہیں یعنی تین مہینے اور چار مہینے دس دن۔ اور ایک مدت یعنی تین ماہواری میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق تین ماہواری کی مدت کم سے کم ۶۰ دن میں پوری ہو سکتی ہے جب کہ صاحبین کی تحقیق کے مطابق یہ مدت کم سے کم ۳۹ دن میں بھی پوری ہو سکتی ہے(1)۔ اس لحاظ سے مطلقہ حائضہ کی عدت تین مہینے سے کم بھی ہو سکتی ہے اور زیادہ بھی۔

عدت کے دوران معتدہ (عدت گزارنے والی خاتون) دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے نہ اس کو صراحۃً نکاح کا پیغام دیا جا سکتا ہے۔ نیز اس عرصے میں معتدہ اس مکان میں رہے گی جس میں جدائی کے وقت میاں کے ساتھ وہ رہائش پذیر تھی، الّا یہ کہ کوئی عذر ہو تو وہ مکان تبدیل بھی کر سکتی ہے اور عارضی طور پر اس مکان سے باہر بھی جا سکتی ہے (2)۔

## عدت کی مدت اور دیگر احکام کی شرعی حیثیت اور ثبوت :

مندرجہ ذیل قرآنی آیات عدت کے شرعی تصور کے دلائل اور بنیاد ہیں۔

**مطلقہ کی عدت:**

۱- وَالۡمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوۡٓءٍ۔ وَلَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنۡ یَّکۡتُمۡنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیۡۤ اَرۡحَامِهِنَّ اِنۡ کُنَّ یُؤۡمِنَّ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ۔ وَبُعُوۡلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ اِنۡ اَرَادُوۡۤا اِصۡلَاحًا۔ وَلَهُنَّ مِثۡلُ الَّذِیۡ عَلَیۡهِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ۔ وَلِلرِّجَالِ عَلَیۡهِنَّ دَرَجَةٌ۔ وَاللّٰهُ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ (البقرہ: ۲۲۸)

(اور طلاق والی عورتیں تین حیض تک اپنے تئیں روکے رہیں۔ اور اگر وہ خدا اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کو جائز نہیں کہ خدا نے جو کچھ ان کے شکم میں پیدا کیا ہے اس کو چھپائیں اور ان کے خاوند اگر پھر موافقت چاہیں تو اس مدت میں وہ ان کو اپنی زوجیت میں لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسا دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے، البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔ اور خدا غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔)

**متوفیٰ عنہا زوجہا کی عدت:**

۲- وَالَّذِیۡنَ یُتَوَفَّوۡنَ مِنۡکُمۡ وَیَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا یَّتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ اَرۡبَعَةَ اَشۡهُرٍ وَّعَشۡرًا۔ فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡکُمۡ فِیۡمَا فَعَلۡنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ
وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيمَا عَرَّضۡتُم بِهِۦ مِنۡ خِطۡبَةِ النِّسَاءِ أَوۡ أَكۡنَنتُمۡ فِي أَنفُسِكُمۡ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمۡ سَتَذۡكُرُونَهُنَّ وَلَكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوۡلًا مَّعۡرُوفًا وَلَا تَعۡزِمُوا عُقۡدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبۡلُغَ الۡكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعۡلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعۡلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمۡ فَاحۡذَرُوهُ وَاعۡلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ۔

(البقرہ: ۲۳۵-۲۳۴)

(اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں تو عورتیں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں اور جب یہ عدت پوری کر چکیں اور اپنے حق میں پسندیدہ کام (یعنی نکاح) کر لیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اور خدا تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔ اگر تم کنائے کی باتوں میں عورتوں کو نکاح کا پیغام بھیجو یا (نکاح کی خواہش کو) اپنے

دلوں میں مخفی رکھو، تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ خدا کو معلوم ہے کہ تم ان سے ( نکاح کا ) ذکر کرو گے مگر ( ایامِ عدت میں ) اس کے سوا کہ دستور کے مطابق کوئی بات کہہ دو، پوشیدہ طور پر اس سے قول و قرار نہ کرنا۔ اور جب تک عدت پوری نہ ہو نکاح کا پختہ ارادہ نہ کرنا۔ اور جان رکھو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے، خدا کو سب معلوم ہے۔ تو اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ خدا بخشنے والا اور علم والا ہے۔)

**آئسہ کی عدت:**

۳- وَالّٰٓـِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُھُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشْھُرٍ وَّالّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ۔(الطلاق:۴)

(اور تمہاری مطلقہ عورتیں، جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں اگر تم کو ( انکی عدت کے بارے میں ) شبہ ہو، تو ان کی عدت تین مہینے ہیں، اور جن کو ابھی حیض نہیں آنے لگا ( ان کی عدت بھی یہی ہے )

**حاملہ کی عدت:**

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُھُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَھُنَّ۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ اَمْرِہٖ یُسْرًا (الطلاق: ۴)

(حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل ( یعنی بچہ جننے ) تک ہے، اور جو خدا سے ڈرے گا، خدا اس کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا۔)

**غیر مدخول بہا مطلقہ کی عدت:**

۴- یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَکَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْھُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْھُنَّ فَمَا لَکُمْ عَلَیْھِنَّ مِنْ عِدَّۃٍ تَعْتَدُّوْنَھَا۔ فَمَتِّعُوْھُنَّ وَسَرِّحُوْھُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا (الاحزاب:۴۹)

(مومنو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کر کے ان کو ہاتھ لگانے ( یعنی ان کے پاس جانے ) سے پہلے طلاق دے دو تو تم کو کچھ اختیار نہیں کہ ان سے عدت پوری کراؤ ان کو کچھ فائدہ ( یعنی خرچ ) دے کر اچھی طرح سے رخصت کرو)

احادیث نبویہ میں بھی وضاحت کے ساتھ عدت کی مدت متعین کی گئی ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

لا یحل لامرأۃ تو من باللہ و الیوم الآخر تحد علی میت فوق ثلاث الا علی زوج اربعۃ اشھر وعشراً (3)

(اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھنے والی خاتون کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دنوں زیادہ سوگ منائے ماسوائے شوہر کے کہ اس پر چار مہینے دس دن سوگ منائے گی۔)

عدت کے بارے میں ان شرعی نصوص کی عبارت النص سے جو باتیں سامنے آتی ہیں ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

۱- غیر حاملہ مطلقہ حائضہ عورتوں کی عدت ( یعنی عدت طلاق ) تین ماہواری ہے۔

۲- غیر حاملہ متوفی عنہا زوجہا کی عدت ( عدتِ وفات ) چار مہینے دس دن ہے۔

۳- آئسہ ( جن کو صغر سنی یا کبر سنی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو ) کی عدت طلاق تین مہینے ہیں۔

۴- حاملہ (مطلقہ یا متوفی عنہا زوجہا) کی عدت وضعِ حمل ہے۔

۵- مطلقہ غیر مدخول بہا پر عدت لازم نہیں۔(4)

مراسلہ نگار نے اپنا مؤقف ثابت کرنے کے لیے جن امور کا سہارا لیا ہے، ان میں سے اکثر باتیں نہایت سرسری ہیں۔ ان سے مراسلہ نگار کا مؤقف ثابت نہیں ہوتا اس لیے کہ ان کے دعویٰ اور پیش کردہ دلائل میں کوئی مناسبت نہیں۔ تاہم اس مراسلے کی روشنی میں بنیادی سوال یہ سامنے آتا ہے کہ کیا جدید طبی تحقیقات کی بنیاد پر ”عدت کی مدت“ از سر نو مقرر کی جا سکتی ہے؟ اس سوال کی بنیادی منشا یہ ہے کہ چونکہ عدت کی مدت کی تعیین کا دارومدار محض استبراء رحم پر ہے اور جب کسی بھی طریقے سے استبراء رحم کا یقین ہو جائے تو پھر ”عدت“ کی مزید ضرورت باقی نہیں رہتی۔

اس دلیل کی صحت کو فرض کیا جائے، تو ایک اور اہم بنیادی سوال اٹھتا ہے کہ کیا قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ دلائل کے ساتھ ثابت شدہ منصوص علیہ امور (مثلاً عدت کی مدت) میں شارع کے بغیر از خود تبدیلی جائز ہے؟ یہ سوال اس لیے سامنے آتا ہے کہ متذکرہ بالا دلیل کی صحت اس بات کو مستلزم ہے۔

اس دوسرے سوال کا جواب، جیسا کہ واضح ہے، نفی میں ہے۔ قران وسنت کی واضح نصوص یہی بات بتلاتی ہیں۔ اس کے خلاف صرف یہ دلیل پیش کی جاسکتی ہے کہ کسی ایک یا معدودے چند افراد کا فہم نصوص یا تعبیر و تشریح اس کے خلاف ہے۔ اس دلیل کا جواب نہایت سادہ سا ہے۔ اگر محض کسی کا فہم یا تعبیر ہی شرعی مسائل کی بنیاد ہو تو واضح رہے کہ اس کے مقابلے میں عدت سے متعلق تمام نصوصِ شرعیہ کے بارے میں متقدمین و متاخرین جمہورِ امت کا فہم یا تعبیر و تشریح بھی بنیاد بن سکتا ہے بلکہ اجماعی فہم ہونے کی وجہ سے اسی کو ہی ترجیح حاصل ہے۔

اب ہم متذکرہ بالا دلیل کی طرف آتے ہیں۔

یہ دلیل کسی حد تک صحیح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دلیل کی صغری سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔ بلا شک و شبہ عدت کی مدت کے تعیین میں استبراء رحم مد نظر رکھا گیا ہے اور استبراء رحم فی نفسہ مقصود بھی ہے۔ تحفظِ نسل شریعتِ اسلامیہ کے بنیادی مقاصد میں سے ہے۔ تفریقِ زوجین کی صورت میں استبراء رحم کا اہتمام نہ کیا جائے، تو نسل مشتبہ ہو سکتی ہے اور شریعتِ اسلامیہ کی رو سے اس کی ہر گز اجازت نہیں دی جاسکتی۔ استبراء رحم کا اہتمام نہ کرنا جاہلی رسوم اور طور طریقوں میں سے ہے، جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں زمانہ جاہلیت میں رائج نکاح کے طریقوں میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔(5) لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ مسلّم ہے کہ عدت کی مدت کا دارومدار محض استبراءِ رحم پر نہیں۔ عدت کی مدت اور استبراءِ رحم کا آپس میں تعلق یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ عدت کے اختتام کے لیے استبراء رحم کا ہونا ضروری ہے تاہم استبراءِ رحم کا یقین حاصل ہونا عدت کے اختتام کو مستلزم نہیں۔ حسب ذیل وجوہات اس دعوے کے اثبات کے لئے کافی ہیں:

۱- استبراءِ رحم عدت کی مدت کے تعین میں علت مؤثرہ نہیں بلکہ عدت کے مصالح اور حکمتوں میں سے ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مصلحت و حکمت پر وجوداً اور نفیاً حکم دائر نہیں ہوتا، جیسا قرآن مجید کی رو سے شراب کی حرمت کی حکمت یہ ہے کہ شراب پینے کی صورت میں شیطان کو "عداوۃ" پیدا کرنے اور نماز میں رکاوٹ ڈالنے کا موقع ہاتھ آتا ہے۔ اب کوئی کہہ دے کہ: شراب پینے کے باوجود میں یہ مواقع فراہم نہیں ہونے دوں گا، اس لیے میرے لیے شراب نوشی جائز ہے۔ تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔(6)

۲- عدت کے مصالح اور حکمتیں استبراء رحم میں منحصر نہیں بلکہ اس کے علاوہ تعبد، شوہر کی جدائی پر اظہارِ حسرت اور طلاق کی صورت میں شوہر کو سوچ وبچار کرنے کا موقع فراہم کرنا بھی ہیں۔ (7)

۳- عدت کا حکم امر تعبدی ہے اور امورِ تعبدی (منصوص احکامِ شرعیہ) کے اندر علل (منصوص وغیر منصوص) کی تعیین صرف اس مقصد کے تحت کی جاتی ہے کہ اس کو بنیاد بنا کر غیر منصوص احکام کو ان پر قیاس کیا جائے، اس لئے نہیں کہ منصوص حکم کا وجوداً وعدماً مدار اس علت پر ہو۔(8)

۴- اگر عدت کی مدت کا دارومدار محض استبراءِ رحم پر ہوتا تو لونڈی اور آزاد خاتون کی عدت میں فرق ملحوظ نہ رکھا جاتا، جب کہ دونوں کی عدت میں بالاتفاق فرق ہے۔ اس فرق کی بنیاد یہ حدیث نبوی ہے: **طلاق الامۃ تطلیقتان وعدتھا حیضتان**(9) (لونڈی کی طلاق دو طلاق ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں) فقہاء کا اس حدیث سے

استدلال کرنا اور تلقی بالقبول کرنا اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔(10)

۵- استبراءِ رحم محض ایک حیض سے بھی یقینی طور پر حاصل ہو جاتا ہے، چنانچہ غیر نکاح (لونڈی خریدنے کی صورت میں) جہاں استبراء مقصود ہوتا ہے وہاں ایک ہی مہینہ یا ایک ہی حیض پر اکتفا کیا جاتا ہے۔(11) اگر اتنی سی بات کافی ہوتی تو عدت کے اندر قرآن مجید تین قروء (حیض / طہر) کو لازم نہ قرار دیتا۔

۶- اگر متوفی عنہا زوجہا غیر حاملہ چار مہینے دس دن سے کم عرصے میں تین قروء (حیض / طہر) کے مرحلے سے گزر جائے تو بھی قرآن کی صریح نص کی رو سے اس کی عدت چار مہینے دس دن ہو گی۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ عدت کا دارومدار محض استبراءِ رحم پر نہیں بلکہ نصوص پر ہے۔

۷- طبی اصولوں کے مطابق نابالغ بچی اور عمر رسیدہ خاتون (شرعی اصطلاح میں آئسہ) کو استقرارِ حمل نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود بنصِ قرآنی ان کی عدت تین مہینے ہیں۔ اگر استبراء رحم ہی پر عدت کا دارومدار ہوتا تو ان دونوں قسم کی خواتین کی عدت ہی نہ ہوتی۔

۸- جب زوجین کے درمیان خلوتِ صحیحہ ہو جائے لیکن بالفعل ہمبستری نہ ہو اور دونوں کو یقین ہو کہ حمل کا شبہ تک نہیں تو بھی جدائی کی صورت میں عدت لازم ہوتی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ محض استبراءِ رحم پر عدت کا دارومدار نہیں۔

درج بالا تمام وجوہات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ بات بالکل واضح ہے کہ عدت کی مدت کی تعیین کا دارومدار محض استبراءِ رحم پر نہیں بلکہ یہ امر تعبدی ہے۔ تاہم عدت کے اختتام کے لیے استبراءِ رحم کا ہونا ضروری ہے۔

اب چند دیگر امور ذکر کیے جاتے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ شریعت کے متذکرہ بالا منصوص حکم میں تبدیلی کی صورت میں کئی ایک شرعی احکام متاثر ہوں گے۔ چنانچہ ذیل کی سطور میں اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس منصوص شرعی حکم میں تبدیلی کی وجہ سے ان احکام پر کس قسم کے اثرات مرتب ہوں گے۔

☆ از روئے حدیث طلاق کا سنت طریقہ یہ ہے کہ شوہر طہر کے اندر، جس میں ابھی ہمبستری نہ ہوئی ہو، ایک طلاق دے دے۔ پھر سوچ و بچار کے بعد یا تو عدت کے اندر رجوع کرے، یا عدت کے اختتام پر نکاح ختم ہو جائے گا۔ اور اگر تین طلاقیں دینا چاہے، تو ہر طہر میں ایک ایک طلاق دے۔(12) سوال یہ ہے کہ قبل از وقت عدت ختم ہونے کا فیصلہ کیا جائے تو اس صورت میں طلاق کا سنت طریقہ کیا ہو گا؟

☆ شریعت نے میاں بیوی کو سوچ و بچار کرنے کے لیے جو مہلت دی ہے۔ اس طرح وہ دونوں اس رعایت سے محروم ہو جائیں گے۔

☆ طبی تحقیق کی بنیاد پر عدت ختم ہونے کا اعلان کر دیا جائے تو شوہر قبل از وقت رجوع کے حقِ شرعی سے محروم ہو جائے گا۔

☆ اگر عورت بھی سابقہ نکاح کو برقرار رکھنے کی خواہشمند ہو، تو اس کے لیے یہ امکانی راستہ قبل از وقت بند ہو جائے گا۔

☆ والدین کے درمیان تفریق کے بُرے اثرات سے بچوں کو محفوظ رکھنے کے امکانی راستہ کو قبل از وقت مسدود کرنا بچوں کی حق تلفی ہو گی۔

☆ پہلے شوہر کا شرعی حق ہے کہ عدت کے اندر خاتون کو نکاح کا پیغام دیا جا سکتا ہے نہ اس سے نکاح ہو سکتا ہے۔ قبل از وقت عدت ختم کر کے شوہر کی حق تلفی ہو گی۔

☆ طلاقِ رجعی اور طلاقِ بائن دونوں صورتوں میں عدت والی خاتون کا نان نفقہ، لباس اور رہائش شوہر کے ذمے ہے، اگرچہ بعض صورتوں میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ قبل از وقت عدت ختم کر کے عورت کی حق تلفی ہو گی۔

☆ طلاقِ رجعی کی عدت میں میاں بیوی میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے تو دوسرا وراثت کا حقدار ہوتا ہے۔ طلاقِ بائن اور طلاقِ مغلظہ کی عدت میں بھی عورت شوہر کی وارث بنتی ہے اگر شوہر نے حالتِ مرض میں بیوی کی رضامندی کے بغیر طلاق دی ہو۔(13) شرعی عدت کے اختتام سے قبل محض طبی تحقیق کی بنیاد پر عدت ختم کر کے میاں بیوی ایک دوسرے کی وراثت سے محروم ہو جائیں گے۔

☆ ایک یا دو طلاقوں کی صورت میں عدت کے اندر شوہر کو مزید ایک یا دو طلاق دینے کا حق ہوتا ہے۔ عدت جلدی ختم کر کے قبل از وقت شوہر کے اس حق پر پابندی لگ جائے گی۔

☆ حضانت (بچوں کی پرورش) واجب ہے طلاق یا وفات کی وجہ سے تفریق واقع ہو جائے تو از روئے حدیث حضانت کی پہلی حقدار ماں ہے۔ حقِ حضانت اختیاری ہے لیکن دوسرا حاضن نہ ہو تو بچے کو ہلاکت سے بچانے اور اس کے حق کی رعایت کرنے کی وجہ سے یہ حق اجباری بن جاتا ہے۔ دوسری طرف حاضنہ اگر بچے کے غیر محرم سے شادی کرتی ہے تو حقِ حضانت ساقط ہو جاتا ہے۔(14) عدت برقرار رہنے تک حقِ حضانت کے اسقاط کا احتمال ہی نہیں ہوتا۔ اگر عدت کو قبل از وقت ختم کر دیا جائے اور ممکن ہے کہ وہ خاتون فوراً دوسرا نکاح کرے تو صرف بچے کی حق تلفی نہیں بلکہ اس کی ہلاکت اور ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ عورت کے مزعومہ حق کے تحفظ کے لئے معصوم بچوں کے حقوق پامال کرنا قرین قیاس نہیں۔

☆ شریعت نے استبراء رحم جاننے کا جو طریقہ (عدتِ شرعی) مقرر کیا ہے وہ یقینی ہے، اور ہر عام وخاص کو میسر ہے، جب کہ طبّی تحقیقات پر مبنی طریقہ ظنی ہے۔ اس میں جھوٹی اور خلافِ حقیقت رپورٹ تیار کرنے کا احتمال ہے۔ اور ہر عام وخاص کو میسر نہیں۔ چنانچہ جو لوگ دور دراز پہاڑوں اور صحراؤں میں رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے مہلک بیماریوں میں مبتلا ہونے کی صورت میں بھی میڈیکل ٹیسٹ نہیں کرا سکتے یا نہیں کراتے وہ عدت کو قبل از وقت ختم کرانے کے لیے کیونکر یہ مہنگا طریقہ اپنائیں گے؟ تو کیا ان کے لیے عدت کی مدت کا الگ معیار ہو گا؟ اور شہری لوگوں کے لیے الگ؟

☆ اگر عدت طلاق یا وفات والی عورت اقرار / اعتراف کرے، کہ میری عدت ختم ہو گئی۔ ابھی اس نے دوسرا نکاح نہیں کیا کہ وہ بچے کو جنم دیتی ہے۔ اگر اختتام عدت کے اقرار کے چھ مہینے (اقل مدت حمل) کے بعد بچے کی ولادت ہوئی ہے، تو یہ بچہ ثابت النسب نہیں ہو گا۔ لیکن اگر چھ مہینے (اقل مدت حمل) کے اندر بچے کی ولادت ہوتی ہے تو یہ بچہ ثابت النسب ہو گا۔ اور وہ خاتون اپنے اقرار اور اعتراف میں جھوٹی سمجھی جائے گی (15) گویا امکانی طور پر یہ عرصہ کم از کم آٹھ یا سات مہینے دس دن تک ہو سکتا ہے۔ اگر قبل از وقت عدت کے اختتام کا فیصلہ کیا جائے، تو بچے کے ثابت النسب ہونے کے اِحتمال کا عرصہ متذکرہ بالا امکانی عرصے سے بھی کم ہو جائے گا۔ مسلمان معاشرے میں بچے کو ثابت النسب قرار دینے کے لیے شرعی وجہ تلاش کرنا ہی روح شریعت ہے۔ ثبوتِ نسب کے احتمال کو کم کرنا نہیں۔

ان چند گزارشات کی روشنی میں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ بات سامنے آتی ہے کہ عدت کی مدت متعین کرنے میں طبّی تحقیقات کو معیار مقرر کرنا نہ صرف یہ کہ ایک منصوص اور قطعی شرعی حکم کو تبدیل کرنے کے مترادف ہے، بلکہ مرد وزن دونوں کو کئی ایک حقوق سے محروم کرنے کے بھی مترادف ہے۔ مزید بر آں کئی دیگر احکام کو بھی تبدیل کرنا پڑے گا۔ لہٰذا اس سے احتراز ہی ضروری ہے۔

بعد ازاں کونسل نے کمیٹی کی رائے اور مضمون ملاحظہ کیے، اور بحث و تمحیص کے بعد پانچ ارکان نے پہلی رائے سے اتفاق کیا جبکہ دو اراکین جناب مولانا سید ذاکر حسین شاہ سیالوی اور جناب مولانا عبد اللہ خلجی نے دوسری رائے کی تائید کی نتیجتاً تین اراکین کے اختلاف کے ساتھ کثرت رائے کی بنیاد پر پہلی رائے کی منظوری دی گئی۔ اور حسب ذیل سفارش مرتب کی گئی:-

**فیصلہ:** طبی تحقیقات کی بنیاد پر عدت کی مدت مقرر کی جاسکتی ہے۔

**جناب جسٹس (ر) ڈاکٹر منیر احمد مغل، جناب مولانا سید ذاکر حسین شاہ سیالوی، جناب مولانا عبد اللہ خلجی کی اختلافی رائے:**

**طبی تحقیقات کی بنیاد پر عدت کی مدت مقرر نہیں کی جاسکتی، عدت کی تمام اقسام کی مدت قرآنی نصوص کے اندر صراحت کے ساتھ مقرر کی گئی ہے لہٰذا ہمیں اللہ اور رسول ﷺ کی کہی بات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیئے اور انہی کے فرامین کو برقرار رکھنا چاہیئے۔** (سالانہ رپورٹ ۲۰۰۶-۰۷ء، ص:۲۶۰)

بعد ازاں! جب مولانا محمد خان شیرانی رکن کونسل مقرر کئے گئے تو انہوں نے مراسلہ مؤرخہ ۲/ستمبر ۲۰۰۹ء بنام چیئرمین کونسل میں منجملہ دیگر سفارشات کے زیر بحث سفارش کو اس بنیاد پر دوبارہ زیر بحث لانے کی تجویز پیش کی کہ یہ سفارش قرآن وسنت کی نصوص سے متصادم ہے۔ معزز رکن کونسل کا یہ مراسلہ متعدد اجلاسوں میں ایجنڈا پر رکھا گیا، تاہم موضوع پر بحث کی نوبت نہیں آئی۔ تآنکہ جناب شیرانی صاحب چیئرمین کونسل متعین ہوئے، ان کی چیئرمین شپ میں متعدد دیگر سابقہ سفارشات کے ساتھ عدت سے متعلق سابقہ سفارش راقم الحروف کے تحریر کردہ مضمون کے ساتھ کونسل کے ایجنڈا پر رکھا گیا۔ کونسل نے پہلی سفارش کے برعکس مضمون میں اختیار کردہ مؤقف کے مطابق دوسری سفارش مرتب کی۔ جو حسب ذیل ہے:

**عدت کی مدتیں قرآن مجید کی آیات میں صراحۃ متعین ہیں۔ لہٰذا طبی تحقیقات کی بنیاد پر عدت کی مدت مقرر نہیں کی جاسکتی۔** (سالانہ رپورٹ ۲۰۱۰-۱۱ء، ص:۵۱)

## حوالہ جات


(1) الکاسانی، علاء الدین، أبو بکر بن مسعود بن أحمد الحنفی (التوفی: ۵۸۷ھ) البدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۳/ ۱۹۸

(2) المرغینانی، برھان الدین علی بن أبی بکر، التوفی: ۵۹۳ھ، الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی الھدایۃ، کتاب العدۃ، ۱/ ۴۰۷

(3) البخاری، محمد بن إسماعیل أبو عبداللہ، الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ و ایامہ، صحیح

(4) البخاری، کتاب الطلاق، حدیث نمبر: ۵۳۴۵

(5) المرغینانی، برھان الدین علی بن أبی بکر، التوفی: ۵۹۳ھ، الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدي الھدایۃ، کتاب العدۃ: ۱/ ۴۰۶

(5) البخاری، محمد بن إسماعیل أبو عبداللہ، الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ و ایامہ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من قال: لا نکاح الا بولی، حدیث نمبر: ۵۱۲۷

(6) صدر الشریعہ، عبید اللہ بن مسعود، سعد الدین مسعود بن عمر، شرح الوقایۃ ۵۳، ۵۲/ ۴

(7) دیکھیے، الزُّحَیلِیّ، أ. د. وَھبَۃ بن مصطفی، الفقہ الاسلامی وأدلتُہُ ۷/ ۶۲۷

(8) شرح التلویح مع التوضیح، ص: ۵۵۵

(9) السِّجِستانی: (ابو داؤد سلیمان بن الأشعث، التوفی: ۲۷۵ھ) سنن أبی داوٗد، کتاب الطلاق، حدیث نمبر ۲۱۸۹

(10) بذل الجھود شرح سنن ابی داوٗد، ۱۰/ ۲۷۰، نیز دیکھیے اعلاء السنن، ۱۱/ ۱۸۷، ۱۸۸

(11) صدر الشریعۃ، عبید اللہ بن مسعود، شرح الوقایۃ: ۴/ ۵۲

(12) بخاری، کتاب الطلاق، حدیث نمبر: ۵۲۵۱

(13) الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۷/ ۶۶۴

(14) حوالہ مذکور: ۷/ ۷۱۹ اور ۷۲۸

(15) الفقہ الاسلامی: ۷/ ۶۸۵

# دستاویزات اور خصوصی رپورٹ